آزادانہ قانون سازی کی اسلامی روایت
اور
امام ابوحنیفہ کا نمونۂ عمل

محمد طفیل ہاشمی

تمدن کا مسلسل ارتقا اس امر کا متقاضی ہے کہ قانون سازی کے عمل میں بھی تسلسل رہے، دور حاضر میں قانون سازی حکومتوں کی قانون ساز مجالس کی ذمہ داری ہے، اگرچہ قانون ساز مجالس اپنی اپنی روایات اور ضرورتوں کے مطابق مختلف افراد اور اداروں سے تعاون حاصل کرتی ہیں، لیکن ان معاون اداروں کی حیثیت بھی بالعموم سرکاری یا نیم سرکاری ہوتی ہے۔ اگر جدید مجلس قانون ساز کا مشاہدہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایوان میں سیاسی جماعتوں اور بااثر قیادت کی موجودگی کے باعث قانون سازی پر چند افراد کو تسلط حاصل ہوتا ہے۔ عام اراکین نہ تو قانونی موشگافیوں کو سمجھتے ہیں اور نہ اپنے دیگر مشاغل کی وجہ سے قانون سازی ہی میں دلچسپی لیتے ہیں، عام رکن بسا اوقات اجلاسوں سے غیر حاضر رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ سخت قسم کے پارٹی ڈسپلن کے باعث ان کی آزادی رائے کو مفلوج کر دیا جاتا ہے۔

یہ امر قابل غور ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دور عروج میں ہر شعبے میں بے پناہ اختراعات کیں لیکن سرکاری طور پر اسلامی قوانین کی تدوین کی طرف متوجہ نہیں ہوئے، حضرت عثمان کے دور میں

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

قرآن حکیم ایک قراءت کے مطابق جمع کیا گیا اور بعد میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر بن حزم کو احادیث تلاش کر کے ضبط تحریر میں لانے کا حکم دیا تھا، لیکن وہ کام مکمل نہ ہو سکا۔

قرآن اور حدیث دونوں کی حیثیت قوانین کے بجائے مآخذ قوانین کی ہے۔ جہاں تک معاملات سے متعلق قوانین کی بات ہے، ان کا کوئی سرکاری مجموعہ تیار نہ ہو سکا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اختلاف آراء اور اجتہاد کے باعث فتووں اور فیصلوں میں اختلاف کا سلسلہ جاری رہا۔

عباسی خلیفہ ابوجعفر المنصور (۱۳۶-۱۵۸ھ/۷۵۳-۷۷۴ء) کے دور میں مشہور ادیب ابن المقفع نے اس اختلاف کی طرف متوجہ کرتے ہوئے خلیفہ کو لکھا تھا کہ حیرہ (جو کوفہ سے دس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) اور کوفہ میں ایک ہی قسم کے مقدموں میں مختلف قاضی قطعی متضاد فیصلے کرتے ہیں اور جب ان سے پوچھا جائے تو اموی دور کے کسی قاضی کے فیصلے کو بطور نظیر پیش کر دیتے ہیں۔ قوانین میں یکسانی کے فقدان کی وجہ سے ساری سلطنت میں انارکی پھیلے گی، جسے دور کرنے کے لیے ابن المقفع نے یہ مشورہ دیا کہ امیر المومنین مختلف فیصلوں اور ان کے دلائل کا ریکارڈ منگوا کر خود غور فرما کر اپنی رائے سے فیصلہ صادر کر دیں اور اسے عدالتی ضابطے کے طور پر نافذ کر دیا جائے تاکہ تمام عدالتیں اس کی پابندی کریں[۲]۔

ابن المقفع کی یہ تجویز بروئے کار نہ آسکی، البتہ ابوجعفر المنصور نے امام مالک کی فقہ کو رائج کرنے کے لیے امام صاحب کو آمادہ کرنے کی کوشش کی، لیکن وہ آمادہ نہ ہوئے[۳]۔

امام مالک سے مایوس ہو کر المنصور نے سفیان ثوری کے دروازے پر دستک دی، لیکن وہ حکومت کے کارندوں کو جل دے کر غائب ہو جاتے۔ بعد میں ہارون رشید نے ایک بار پھر امام مالک کی فقہ رائج کرنے کا ارادہ کیا، لیکن امام مالک نے تعاون کرنے سے معذرت کر لی۔ وہاں سے مایوس ہو کر سفیان بن عیینہ سے درخواست کی گئی، لیکن ان کا علمی اثاثہ جانچنے کے بعد ہارون نے بڑے افسوس سے کہا: سفیان پر خدا رحم کرے، ہمارے ساتھ تعاون پر آمادہ ہوئے، مگر ان کا علم ہماری ضرورت پوری نہیں کرتا[۴]۔

۱۔فتاویٰ ہندیہ

گیارہویں صدی ہجری/سترہویں صدی عیسوی میں اورنگ زیب عالمگیر نے شیخ نظام کی سربراہی میں مشاہیر علماء کی ایک کمیٹی تشکیل دی تا کہ وہ ایک ایسی جامع کتاب مدون کریں جس میں ظاہرالروایۃ کے وہ تمام مسائل آ جائیں جنہیں علماء کا حسن قبول حاصل ہوا ہو۔ یہ کتاب جسے فتاوی عالمگیری یا ''الفتاویٰ الہندیہ'' بھی کہتے ہیں، فقہ کی متداول کتب کے اسلوب پر ہے۔اگرچہ فتاویٰ عالمگیری کو نیم سرکاری حیثیت حاصل تھی، لیکن نہ تو یہ کسی سرکاری مجموعہ قوانین کی طرح واجب العمل رہا اور نہ اسلوب وترتیب میں یہ مجموعہ ہائے قوانین سے مشابہ ہے، البتہ اس میں ہر مسئلے سے متعلق مفتیٰ بہ اقوال درج ہیں۵۔

۲۔مجلّۃ الاحکام العدلیہ

سرکاری سطح پر جو نسبتاً وقیع کوشش ہمیں نظر آتی ہے، وہ حکومت عثمانیہ کے مجموعہ قوانین مدنی ''مجلّۃ الاحکام العدلیہ'' کی ہے۔حکومت عثمانیہ نے احمد جودت پاشا ناظم محکمہ احکام عدلیہ کی زیر صدارت ایک سات رکنی مجلس قائم کی۔مجلس نے اپنی پہلی رپورٹ (محرم ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء) صدر اعظم علی پاشا کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے مجلس تدوین کی غرض وغایت یوں بیان کی:

> علم فقہ ایک ناپیدا کنار سمندر ہے، اس کی باریکیاں سمجھنے اور پیچیدگیاں حل کرنے کے لیے تبحر علمی اور مہارت تامہ کی ضرورت ہے خصوصاً مذہب حنفی کے بارے میں، کیونکہ حنفی فقہ میں مجتہدین وفقہاء کی کثرت اور اختلاف اقوال کے باعث قول صحیح تک رسائی اور اس کا حالات پر انطباق دشوار کام ہے۔یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ کون سے احکام کا مدار رسم ورواج پر ہے جو تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔

اس پس منظر میں مجلس نے تقریباً نو سال کی محنت کے بعد ۱۲۹۳ھ میں مجلّہ کی تالیف مکمل کی جو سلطان ترکی کے حکم سے جاری کر دیا گیا۶۔

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں : فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے۔

کیا قانون سازی سرکاری سطح پر ہونی چاہیے؟

لیکن یہ سوال اپنی جگہ پر باقی ہے کہ قانون سازی کا کام سرکاری سطح پر ہونا چاہیے یا اس کے لیے کوئی اور طریق کار اختیار کرنا چاہیے۔قرآن حکیم نے قانون سازی کے لیے جو ہدایت دی ہے:

ولو ردوه الى الرسول والى اولى الامر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم [۷] (اگر وہ اپنے معاملات میں رسول خدا اور اولوالامر کی طرف مراجعت کرتے تو ان میں سے اہل استنباط ان کے حل جان لیتے۔)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ مقننہ کے ارکان کے لیے اہل استنباط ہونا ضروری ہے، جبکہ جمہوری نظام میں جس طرح سے نمائندگان کا انتخاب ہوتا ہے اور مقننہ تشکیل پاتی ہے، اس کے ارکان کا استنباط واجتہاد کا اہل ہونا ضروری نہیں ہے، اس لیے ایسے ایوان نمائندگان کو قانون سازی کا اختیار دے دینا جو قرآن حکیم کی مخصوص اہلیت نہ رکھتے ہوں، قرآنی قانون کی خلاف ورزی ہے، لیکن اس سے یہ سمجھنا بھی غلط ہے کہ قرآن کسی فرد یا گروہ کی مستبدانہ رائے کو قانون کا درجہ دینے کو تیار ہے۔قرآن حکیم نے اس کے ساتھ ہی **شاورهم فى الامر** [۸] (معاملات میں ان سے مشاورت کیا کریں) اور **وامرهم شورى بينهم** [۹] (ان کے معاملات باہمی مشاورت سے چلتے ہیں) کے ذریعے مشاورت کو آئینی تحفظ فراہم کیا ہے۔گویا جب ہم ان تمام آیات کو ملا کر دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ ہدایت ملتی ہے کہ قانون سازی کے لیے مطلوبہ اہلیت کا حامل ہونا ضروری ہے اور قانون سازی باہمی مشاورت سے کرنی چاہیے۔

اس سلسلے میں اسلامی تاریخ کی روایات اس امر کی نشاندہی کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے امور میں جن میں وحی کا نزول نہ ہوا ہو مشاورت فرماتے تھے۔سیاسی اور ملکی معاملات

علم وفن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابوزرعہ)

میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ سے مشاورت کرنے کی متعدد مثالیں کتب سیرت میں موجود ہیں، لیکن صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خالصتۂ دینی اور عبادت سے متعلق امور میں بھی جب ضرورت ہوتی تو مشاورت کا طریق کار اختیار کیا جاتا تھا۔

خلفائے راشدین نے بالعموم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بالخصوص مشاورت کو بہت زیادہ اہمیت دی۔ آپ ملکی، سیاسی، عمرانی، معاشرتی، معاشی بلکہ فقہی اور قانونی مسائل میں بھی بکثرت مشاورت کرتے۔ علامہ شبلی نے آپ کی تین الگ الگ مجالس مشاورت کا ذکر کیا ہے، لیکن اس کے علاوہ آپ عام نمازوں کے بعد اور نماز جمعہ کے موقع پر بھی کسی پیش آمدہ مسئلے کے حل کے لیے لوگوں سے رائے طلب کرتے تھے۔ یہ مشاورت کوئی رسمی چیز نہیں تھی، بلکہ آپ نے شوریٰ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ایک بار فرمایا: ''میں ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ آپ میری خواہش کی پیروی کریں۔ آپ میں سے جس کا جی چاہے مجھ سے اتفاق کرے اور جس کا جی چاہے مجھ سے اختلاف کرے''۱۰۔

حضرت عمر کے حالات میں بکثرت ایسے واقعات ملتے ہیں کہ آپ نے کسی رائے کا اظہار کیا، لیکن مشورے کے بعد اپنی رائے سے رجوع کرلیا۔ یہ آپ کی عظمت کردار کی دلیل تھی کہ آپ اپنی کم علمی کا اعتراف فرماتے اور مشورہ دینے والے کی حوصلہ افزائی۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے فتح المغیث کے حوالے سے بتایا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے مدینہ منورہ میں فقہ کے لیے شوریٰ اور اجماع کا ادارہ خاصا منظم کردیا تھا۔ اس دور کے فیض یافتہ تابعین میں سے فقہائے سبعہ نے جلد ہی یہ امتیاز حاصل کرلیا کہ ایک طرح سے قانون سازی اپنے ہاتھ میں لے لی تھی۔ خود قاضی بھی مدینہ منورہ میں اس مجلس ہفت گانہ سے مشورہ لیتے تھے اور اس کے فتوے کے پابند تھے۱۱۔

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

امام ابوحنیفہ اور اسلامی قانون سازی

امام ابوحنیفہ یوں تو اپنے زمانہ طالب علمی سے ہی یہ رجحان رکھتے تھے کہ فقہاء کو متوقع پیش آمدہ مسائل کے لیے پہلے سے تحقیق کرنی چاہیے۔قتادہ سے ان کی گفتگو ۱۱۸ھ/ ۷۳۶ء سے قبل کی ہے، اور ابھی وہ خود مسند درس وافتا پر نہ بیٹھے تھے[۱۲]۔گفتگو میں انہوں نے اپنے اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ جب واقعہ پیش آ جائے اور فوری طور پر حل بتانا ہو تو عین ممکن ہے کہ مسئلے کے تمام پہلو اور اس سے متعلق نصوص وروایات کا استقصاء مشکل ہو جس کی وجہ سے غلطی کا ارتکاب ہو جائے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ''فقہ تقدیری'' (فرضی فقہ) کی تدوین کا خیال ان کے ذہن میں بہت پہلے سے تھا، لیکن اس کے لیے انہوں نے کیا طریق کار اختیار کیا، اس میں یوں تو بہت تفصیلات ہیں، لیکن ہم صرف دو پہلوؤں کو زیر بحث لائیں گے:

۱۔ غیر سرکاری یا آزادانہ قانون سازی

۲۔ شورائی مذہب کی تدوین

اموی گورنر کی پیش کش اور امام کا جواب

امویوں نے اپنے دور حکومت میں عرب وعجم کے امتیاز کو از سر نو زندہ کیا۔اموی حکمرانوں کے تعصب کا یہ حال تھا کہ وہ غیر عرب علماء وفقہاء سے نہ فتوی لیتے، اور نہ انہیں قاضی مقرر کرتے تھے۔نتیجتاً فطری طور پر موالی اور غیر عرب اہل رائے بنوامیہ کی حمایت سے دست کش ہو گئے تھے۔حضرت زید بن علی کی شہادت کے بعد امویوں کے خلاف بڑھتے ہوئے عجمی سیلاب کو روکنے کے لیے ایک شعوری کوشش یہ کی گئی کہ ابن ہبیرہ کو عراق جو عجمی تحریکوں کا مرکز تھا کا گورنر مقرر کیا گیا۔ابن ہبیرہ نے علماء وفقہاء کا تعاون حاصل کرنے کے لیے ان سے رابطہ کیا اور مختلف اہل علم کو مختلف شعبوں کی سربراہی تفویض کی۔اس سلسلے میں سب سے زیادہ پرکشش پیش کش امام ابوحنیفہ کو کی گئی،

جو یہ تھی:

گورنر کی مہران کے سپرد کی جائے گی، تاکہ جو حکم نافذ ہو، جو سرکاری مراسلہ جاری ہو اور خزانہ سے جو مال کسی کو دیا جائے وہ سب امام ابو حنیفہ کی نگرانی میں ہو اور ان کے ہاتھ سے نکلے"[۱۳]۔

گویا امام ابو حنیفہ کو گورنر کے بعد دوسرا درجہ دیا جا رہا تھا اور تمام سیکرٹریٹ اور خزانہ ان کے ماتحت کیا جا رہا تھا۔ ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ، داؤد بن ابی ہند اور بے شمار دوسرے فقہاء نے طوعاً یا کرھاً وہ عہدے قبول کر لیے جو انہیں پیش کیے گئے تھے۔ امام ابو حنیفہ نے انکار کر دیا تو ان علماء کا ایک وفد آپ کے پاس آیا اور آ کر آپ کو سمجھانے لگا کہ "ہم لوگ تمہیں خدا کی قسم دیتے ہیں کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، ہم تمہارے بھائی ہیں۔ حکومت نے ہم پر جو ذمہ داری ڈالی ہے، ہم بھی اسے پسند نہیں کرتے، لیکن اس وقت اسے قبول کر لینے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے"[۱۴]۔

امام ابو حنیفہ اگر سرکاری ذرائع سے قانون سازی کے عمل کو مناسب حکمت عملی سمجھتے تو آپ اس نادر موقع کو ہرگز ضائع نہ ہونے دیتے، بلکہ حکومت میں اہم منصب پر فائز ہو کر، سرکاری وسائل اور اثر ورسوخ کو استعمال کرتے ہوئے اپنی دیرینہ خواہش کی تکمیل کے لیے راہ ہموار کر سکتے تھے، لیکن آپ نے واضح کر دیا کہ سرکاری عہدے پر متمکن ہونے کے بعد غیر جانب داری برقرار رکھنا ممکن نہیں، جو قانون سازی کا اولین تقاضا ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا:

یہ ملازمت تو بڑی بات ہے۔ اگر یہ شخص مجھ سے چاہے کہ واسط شہر کی مسجد کے دروازے گن دوں تو میں یہ بھی نہیں کروں گا، میں اس کی یہ خواہش کیسے پوری کر سکتا ہوں کہ وہ کسی کی گردن مارنے کا حکم دے اور میں اس پر مہر لگا دوں۔ بخدا میں اس میں اپنے آپ کو شریک نہیں کر سکتا۔

ابن ہبیرہ نے آپ کو قید خانے میں ڈال دیا اور اپنا اصرار جاری رکھا۔ تازیانہ زنی کی تہدید اور قوت واقتدار کی تحریص، کوئی بھی چیز جب امام کے رویے میں لچک نہ پیدا کر سکی تو ابن ہبیرہ نے

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

آپ کو کوڑے لگانے کا حکم دے دیا، تو آپ نے فرمایا: ''بخدا میں کوئی عہدہ قبول نہیں کروں گا، موت ایک ہی بار آنی ہے۔ دنیا میں کوڑوں کی مار سہہ لینا روز حشر کے آہنی گرزوں کی مار سہنے سے بدرجہا آسان ہے''[۱۵]۔

عباسی خلیفہ کی پیش کش اور امام ابوحنیفہ کا جواب

اس کے بعد عباسی خلیفہ ابوجعفر المنصور نے امام ابوحنیفہ کو قضا کی خدمت قبول کرنے پر مجبور کیا تو آپ نے اس کے سامنے بھی دوٹوک الفاظ میں اپنا موقف بیان کیا:

عدالت اور انصاف خدا کی ایک امانت ہے، جو بادشاہوں کے سپرد کی جاتی ہے۔ اس امانت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی صرف یہی صورت ہوسکتی ہے کہ ایسے آدمی کا تقرر قضا کے فرائض کی بجاآوری کے لیے کیا جائے جس کے دل میں خوف نہ ہو۔ آپ کو مجھ پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ اگر خوشی سے بھی اس عہدے کی ذمہ داری میں قبول کروں جب بھی آپ کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کے خلاف فیصلہ دینے کا موقع میرے سامنے آگیا اور مجھے یہ دھمکی دی جائے کہ اس فیصلہ سے ہٹ جاؤ، ورنہ دریائے فرات میں غرق کر دیے جاؤ گے تو میں فرات میں ڈوبنے کو ترجیح دوں گا، لیکن فیصلہ بدلنے پر راضی نہیں ہوسکتا اور جب رضامندی سے اس عہدے کو قبول کرنے میں میرا حال یہ ہے تو اس سے اندازہ کیجئے کہ اگر مجھے میری مرضی کے خلاف زبردستی قاضی بنادیا گیا تو اس وقت غصے کی حالت میں، میں جو کچھ کروں گا وہ ظاہر ہے۔

آپ کے اردگرد ایسے لوگ ہیں جنہیں بطور قاضی ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو آپ کی وجہ سے ان کے وقار کو برقرار رکھیں۔ قاضی بننے کے لیے ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو آپ کے خلاف بھی فیصلہ کرنے کی ہمت اور جرأت اپنے اندر رکھتا ہو۔ نیز

☆ امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے

آپ کے خانوادے کے لوگوں اور آپ کے فوجی افسروں کے خلاف بھی فیصلہ صادر کرنے کی اس کے دل میں قوت ہو[16]۔

امام ابو حنیفہ کی اس گفتگو سے واضح ہوتا ہے کہ وہ کسی فرد یا طبقے کو صوابدیدی اختیارات دینے، خصوصی استحقاق سے نوازنے، بعض قوانین کی تنفیذ سے استشناء دینے کے بارے میں کیا رائے رکھتے تھے۔

یہ امر کسی سے مخفی نہیں کہ جب کسی مخصوص گروہ یا طبقے کو قانون سازی کے اختیارات تفویض کیے جاتے ہیں تو وہ سب سے پہلے اپنے طبقے کو خصوصی مراعات دینے کے لیے قانون سازی کرتا ہے۔ اس نوع کی متعدد مثالیں موجود ہیں کہ ملکی قوانین میں بعض طبقوں کو اس نوعیت کا تحفظ فراہم کیا گیا ہے جو بے انصافی اور ظلم کے دروازے کھولتا ہے۔

اس حوالے سے امام ابو حنیفہ کا نقطہ نظر بالکل واضح ہے کہ قانون سازی کو حکومتی اثرات سے پاک، طبقاتی اور گروہی گٹھ جوڑ سے مبرا اور ذاتی اغراض و مفادات کے تصور سے ناآشنا ہونا چاہیے۔

فقہ حنفی-شورائی مذہب

امام ابو حنیفہ نے تدوین فقہ کے لیے ایک مجلس تشکیل دی جو چالیس افراد پر مشتمل تھی۔ ممکن ہے شورائی فقہ کا نظریہ امام صاحب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریق کار سے اخذ کیا ہو یا حرمین میں اپنے چھ سالہ قیام کے دوران میں آپ نے مدینہ کے فقہائے سبعہ کی مجلس سے استفادہ کیا ہو، تاہم آپ نے اپنی فقہ کی بنیاد شوریٰ پر رکھی، اور فقہ حنفی کی یہ اہم خصوصیت ہے کہ یہ دوسرے مذاہب فقہیہ کے برعکس فرد واحد کا نتیجہ فکر نہیں، بلکہ شورائی مذہب ہے۔

موفق مذہب ابی حنیفہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

فوضع ابو حنیفة مذهبه شوری بینهم لم یستبد فیه بنفسه دونهم[17]

(امام ابوحنیفہ نے اپنے مذہب کی بنیاد شوری پر رکھی اور مجلس شوری کے ارکان سے الگ اپنی انفرادی رائے کو مسلط نہیں کیا)۔

امام ابوحنیفہ کو تدوین فقہ کے لیے کن کن علوم کے ماہروں کی ضرورت تھی، اس سلسلے میں فقہ اسلامی کے مختلف ابواب و مباحث کو ذہن میں رکھتے ہوئے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا یہ تبصرہ سنیں اور غور کریں کہ یہ کام کس قدر مشکل تھا اور امام ابوحنیفہ نے کتنی کامیابی سے اپنے تلامذہ میں سے ان علوم میں مہارت تامہ رکھنے والوں کو نہ صرف جمع کیا، بلکہ سالہا سال تک ان کی علمی اور مادی سرپرستی کر کے امت محمدیہ کو ایک بے مثال مجموعہ قوانین کا تحفہ دیا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں:

ایک اور مشکل یہ تھی کہ فقہ زندگی کے ہر شعبے سے متعلق ہے اور قانون کے ماخذوں میں قانون کے علاوہ لغت، صرف ونحو، تاریخ وغیرہ ہی نہیں حیوانیات، نباتیات، بلکہ کیمیا و طبیعیات کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ قبلہ معلوم کرنا جغرافیہ طبعی پر موقوف ہے۔ نماز اور افطار و سحری کے اوقات علم ہیئت وغیرہ کے دقیق مسائل پر مبنی ہیں۔ رمضان کے لیے رؤیت ہلال کو اہمیت ہے اور بادل وغیرہ کی وجہ سے ایک جگہ چاند نظر نہ آئے تو کتنے فاصلے کی رؤیت اطراف پر مؤثر ہوگی، وغیرہ وغیرہ مسائل کی طرف اشارے سے اندازہ ہوگا کہ نماز، روزہ جیسے خالص عباداتی مسائل میں بھی علوم طبیعیہ سے کس طرح قدم قدم پر مدد لینے کی ضرورت ہوتی ہے، کاروبار، تجارت، معاہدات، آبپاشی، صرافہ، بنک کاری وغیرہ وغیرہ کے سلسلے میں قانون سازی میں کتنے علوم کے ماہروں کی ضرورت نہ ہوگی؟ امام ابوحنیفہ ہر علم وفن کے ماہروں کو ہم بزم کرنے اور اسلامی قانون یعنی فقہ کو ان سب کے تعاون سے مرتب و مدون کرنے کی کوشش میں عمر بھر لگے رہے اور بہت کچھ کامیاب ہوئے[۱۸]۔

طریقہ بحث

مجلس میں مسائل پر بحث وگفتگو کے طریقے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے موفق لکھتے ہیں:

کان یلقی مسالة مسالة یقلبهم ویسمع ما عندهم و یقول ما عنده ویناظرهم شهرا او اکثر من ذلک حتی یستقر احد الاقوال فیها

(ایک ایک مسئلہ پیش کرتے، لوگوں کے خیالات کو الٹتے پلٹتے، اراکین مجلس کی آراء اور دلائل سنتے، اپنی رائے اور دلائل سے اہل مجلس کو آگاہ کرتے اور ان سے مناظرہ کرتے۔ کبھی ایک ایک مسئلے پر بحث ومناظرے کا سلسلہ ایک ماہ یا اس سے بھی زیادہ مدت تک چلتا تا آنکہ مسئلے کا کوئی پہلو متعین ہو جاتا)[19]۔

امام ابوحنیفہ نے اپنی مجلس کے اراکین کو بحث ومناظرہ کی اس قدر آزادی دی ہوئی تھی کہ وہ بلا جھجک امام کو ٹوک دیتے، اور ایسا انداز اختیار کرتے کہ دیکھنے والوں کو تعجب ہوتا۔ جرجانی کہتے ہیں کہ میں امام کی مسجد میں حاضر تھا کہ ایک نوجوان نے جو اسی حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا، امام سے کوئی سوال کیا، جس کا امام صاحب نے جواب دیا، لیکن نوجوان کو میں نے دیکھا کہ جواب سنتے ہی امام صاحب کو بے تکلفانہ کہنے لگا، آپ نے غلطی کی۔ جرجانی کہتے ہیں کہ نوجوان کے اس انداز تخاطب کو دیکھ کر میں تو حیران رہ گیا اور حاضرین کو خطاب کر کے میں نے کہا: ''حیرت کی بات ہے تم اپنے شیخ کا قطعاً لحاظ نہیں کرتے''۔

جرجانی نے ابھی اپنی بات مکمل نہیں کی تھی کہ امام ابوحنیفہ نے انہیں ٹوک دیا اور کہا: ''انہیں رہنے دو، میں نے خود ان کو اس طرز تکلم کا عادی بنایا ہے''[20]۔

امام ابوحنیفہ نے مشاروت کو بامقصد، بحث ومناظرہ کو آزادانہ اور مجلس وضع قوانین کو بے تکلف بنانے کی شعوری کوشش کی تھی تا کہ ادب آداب اور عقیدت ولحاظ کے باعث قانون سازی میں کسی قسم کا سقم نہ رہ جائے۔ یہی طرز عمل تھا جس کی وجہ سے وکیع بن الجراح لوگوں سے کہا کرتے تھے:

ایک عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ چاند کی فضیلت دوسرے تمام ستاروں پر (سنن ابوداود وترمذی)

امام ابوحنیفہ کے کام میں غلطی کیسے رہ سکتی ہے جبکہ ان کے ساتھ ابو یوسف اور زفر ایسے لوگ قیاس واجتہاد کے ماہر، یحیٰ بن ابی زائد، حفص بن غیاث اور علی کے بیٹے حبان اور مندل ایسے حفاظ حدیث، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود کے صاحبزادے اور قاسم بن معن ایسے ماہر لغت وادب اور داؤد بن نصیر الطائی اور فضیل بن عیاض ایسے زہد وتقویٰ کے حامل شریک کار تھے۔ جس کے رفقاء ہم نشین اس پائے کے لوگ ہوں وہ غلطی نہیں کرسکتا، کیونکہ غلطی کی صورت میں یہ لوگ اسے حق کی طرف لوٹا دیں گے[۲۱]۔

اس کے بعد وکیع نے حنفی فقہ پر اعتراض کرنے والوں پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: ''جو لوگ حنفی فقہ پر تنقید کرتے ہیں، وہ چوپائے ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ گم کردہ راہ ہیں''[۲۲]۔

مشہور تذکرہ نگار موفق نے مجلس وضع قوانین کی یوں تصویر کشی کی ہے:

امام ابوحنیفہ جب بیٹھتے تو ان کے اردگرد اصحاب بیٹھ جاتے جن میں قاسم بن معن، عافیہ بن یزید، داؤد طائی، زفر بن ہذیل اور انہیں کے مرتبے کے اور لوگ ہوتے۔ اس کے بعد کسی مسئلے کا ذکر چھیڑا جاتا۔

پہلے امام کے تلامذہ اپنی اپنی معلومات کے لحاظ سے بحث کرتے اور خوب بحث کرتے، یہاں تک کہ ان کی آواز بلند ہوجاتی۔ جب باتیں بہت بڑھ جاتیں تب آخر میں امام اپنی تقریر شروع کرتے، امام کی تقریر جس وقت شروع ہوتی، لوگ خاموش ہوجاتے اور جب تک امام تقریر فرماتے رہتے، مجلس پر سکوت طاری رہتا، گویا کوئی اس مجلس میں موجود ہی نہیں ہے، حالانکہ بڑے بڑے علماء موجود ہوتے تھے[۲۳]۔

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

امام محمد بن حسن الشیبانی امام کی مجلس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ابوحنیفہ کی عادت تھی کہ وہ اپنے تلامذہ سے مناظرہ کرتے۔ تلامذہ کبھی تو امام کی بات مان لیتے اور کبھی امام کے دلائل کے مقابلے میں اپنے دلائل پیش کرتے''[۲۴]۔

عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ میری موجودگی میں ایک مسئلہ بحث کے لیے پیش ہوا، مسلسل تین دن تک ارکانِ مجلس اس پر غور وخوض اور بحث ومباحثہ کرتے رہے[۲۵]۔

کوفے کے اہل علم امام ابوحنیفہ کے قانون سازی کے اس اچھوتے انداز کو حیرت واستعجاب سے دیکھتے اور پسند کرتے تھے۔ مشہور محدث اعمش نے اس مجلس کے طریق کار کو بیان کرتے ہوئے کہا: ''جب اس مجلس کے سامنے کوئی مسئلہ آتا ہے تو حاضرین اس مسئلے کو اس قدر گردش دیتے ہیں اور الٹ پلٹ کر دیکھتے ہیں کہ بالآخر اس کا حل روشن ہو جاتا ہے''[۲۶]۔

علی بن مسہر جو اس مجلس کے ایک ممتاز رکن تھے، کہتے ہیں کہ ایک روز امام کی مجلس میں چند احادیث زیر بحث آئیں کہ ان کی اسناد کیا ہیں؟ اتفاق سے مجھے اس کی اسناد معلوم تھیں، میں نے عرض کیں تو مجھے بہت شاباش دی اور حوصلہ افزائی کی[۲۷]۔

امام ابویوسف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی مسئلہ زیر تحقیق ہوتا تو کوفہ کی دوسری علمی مجالس اور محدثین سے بھی مراجعت کی جاتی کہ اس سلسلے میں ان کے پاس کوئی حدیث ہے۔ ابو یوسف کہتے ہیں: مجھے تلاش سے جو احادیث ملتیں، میں لے کر امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا، وہ بتاتے کہ ان میں سے فلاں حدیث صحیح ہے اور فلاں صحیح نہیں اور ہم نے جو رائے اختیار کی وہ حدیث صحیح کے مطابق ہے۔ میں پوچھتا کہ آپ کو ان احادیث کا کیسے علم ہوا؟ تو جواب دیتے کہ کوفہ میں جتنا علم ہے وہ سارا میرے پاس ہے[۲۸]۔

مجموعۂ قوانین کی ترتیب

امام ابوحنیفہ نے مجموعہ قوانین کی تدوین کے لیے جو ترتیب مقرر کی، آج تک فقہ کی کتب اسی

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

ترتیب سے مدون کی جارہی ہیں۔ آپ نے تدوین کا آغاز مسائل طہارت سے کیا اور اس کے بعد عبادات کے ابواب مدون کرائے۔ پہلے پہل آپ نے نماز کے احکام ایک رسالے میں جمع کرائے اور اس کا نام کتاب العروس رکھا۔ اس رسالے کی مقبولیت سے حوصلہ پا کر آپ نے مزید ابواب پر کام جاری رکھا۔ فقہ کے اس حصہ کی تدوین میں آپ نے ارکان مجلس پر یہ اصول واضح کر دیا تھا کہ قیاس ہر چیز میں نہیں چلتا، قیاس صرف ان چیزوں میں چلتا ہے جن کا رائے سے ادراک ہوسکتا ہے۔ قیاس کسی طرح ارکان دین کے ثابت کرنے میں اور اسباب وعلل میں نہیں چلتا، بلکہ صرف احکام کے ثبوت کے لیے چلتا ہے۳۰۔

امام ابوحنیفہ کا امام باقر سے جو مشہور مکالمہ ہوا، اس میں امام باقر نے آپ سے شکایت کی تھی کہ آپ نے احادیث کے مقابلے میں قیاس کرنا شروع کر دیا ہے۔ آپ نے مثالوں سے بتایا کہ آپ امور تعبدیہ میں قیاس کی دراندازی کو ہرگز جائز قرار نہیں دیتے۔

عباداتِ کے ابواب کی تدوین کے بعد آپ نے معاملات کے ابواب رکھے اور آخر میں وصیت اور میراث وغیرہ کے۔

مجموعہ قوانین میں مسائل کی تعداد

آپ کے وضع کردہ مسائل کی تعداد کیا تھی؟

خوارزمی نے بیان کیا ہے کہ آپ نے تراسی ہزار مسئلے وضع کیے جن میں سے اڑتیس ہزار کا تعلق عبادات سے تھا اور باقی کا معاملات سے، لیکن یہ تعداد کسی ایک وقت کی ہے، کیونکہ وضع قوانین کا عمل مسلسل جاری رہا اور ان کتابوں میں جو وضع قوانین کے مجموعوں کے طور پر مدون ہو رہی تھیں، مسلسل اضافے ہوتے رہتے تھے۔ عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں: ”میں نے ابوحنیفہ کی کتابیں ایک سے زیادہ دفعہ نقل کی ہیں، ان کتابوں میں جو اضافے ہوتے رہتے تھے، ان کو بھی لکھنا پڑتا تھا“۳۲۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی باب (جسے فقہی کتب میں کتاب کے لفظ سے معنون کیا جاتا ہے جیسے کتاب الطہارۃ، کتاب الصلاۃ وغیرہ) کی تکمیل کرنے کے بعد اس کا کام بند نہیں کر دیا جاتا تھا اور ان تالیفات میں جو وقتاً فوقتاً اضافے ہوتے، ان کی وجہ سے نئی نقول تیار کرنا پڑتی تھیں۔

موفق نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے وضع کردہ مسائل کی تعداد پانچ لاکھ تک پہنچ گئی تھی جن میں صرف، نحو اور حساب کی ایسی دقیق تحقیقات سے مسائل فقہیہ کے استنباط میں استفادہ کیا گیا تھا کہ ان کے استخراج سے عربی زبان اور علم جبر و مقابلہ کے ماہرین کے بھی چھکے چھوٹ جائیں[۳۳]۔

قلائد عقود العقیان کے مصنف نے مسائل کی تعداد بارہ لاکھ نوے ہزار اور کردری نے چھ لاکھ بتائی۔

مولانا مناظر احسن گیلانی کا خیال یہ ہے کہ اگر ان روایات کو مبالغہ آمیز بھی قرار دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ امام کے وضع کردہ اصول و کلیات سے بعد میں فقہاء نے جن مسائل کا استنباط کیا، ان کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ چونکہ ان کی بنیاد امام کے کلیات پر قائم تھی، اس لیے انہیں بھی امام کی طرف منسوب کر دیا گیا[۳۴]۔

بہر حال اگر اسی روایت کو درست مان لیا جائے کہ آپ نے تراسی ہزار مسائل کا مجموعہ تیار کرایا تو بھی یہ اتنا بڑا کام ہے کہ اللہ کی طرف سے خصوصی توفیق کے بغیر ممکن نہیں۔ ان مسائل کی کم از کم تعداد کو اگر اس مجموعی مدت پر تقسیم کیا جائے جس میں امام ابوحنیفہ نے تدوین فقہ کا کام کیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ روزانہ اوسطاً سولہ سترہ مسائل کے بارے میں فیصلے کیے گئے تھے۔ اس کے مقابلے میں دور حاضر کی قانون سازی کی رفتار کو سامنے رکھیں تو بسا اوقات سال بھر میں اتنے قوانین نہیں بن پاتے، جبکہ حکومت کے تمام وسائل اور اختیارات مجالس قانون ساز کے لیے وقف ہوتے ہیں۔

اس پر مستزاد یہ کہ امام ابوحنیفہ کے سامنے کوئی نمونہ نہیں تھا جس سے آپ نے کلی یا جزئی طور

پر استفادہ کیا ہو۔ آپ نہ صرف تدوین فقہ کے اس اسلوب کے بانی ہیں جس پر بعد میں تمام مجتہدین نے اپنی اپنی فقہ مدون کی، بلکہ بعض مباحث ایسے ہیں کہ جن پر آپ سے پہلے کسی نے مستقل بحث نہیں کی تھی۔ مثلاً امام ابوحنیفہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط وضع کیں۔ ان سے پہلے اس موضوع پر کسی کی کوئی مستقل تحریر نہیں تھی ۳۵۔

قانون بین الممالک جو تاریخ کا حصہ سمجھا جاتا تھا، اسے تاریخ سے الگ کر کے مستقل فقہی موضوع قرار دیا اور کتاب السیر مرتب کی جس میں صلح اور جنگ کے قوانین مدون کیے۔ اس موضوع کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ یہ اسی وقت معاصرانہ مباحث کا موضوع بن گیا۔ امام اوزاعی نے اس کی تردید لکھی۔ امام ابو یوسف نے اوزاعی کے جواب میں رسالہ لکھا۔ پھر امام صاحب کے دوسرے شاگرد امام محمد نے پہلے السیر الصغیر اور پھر السیر الکبیر لکھی۔ موخر الذکر کتاب اتنی ضخیم تھی کہ ایک گاڑی میں ڈال کر لے جائی گئی تاکہ ہارون الرشید کو تحفے میں پیش کی جائے۔

امام ابوحنیفہ کی نگرانی میں جو مجموعہ قوانین مرتب ہو رہا تھا، اسے تحریر کرنے کی ذمہ داری غالباً امام ابو یوسف کی تھی جسے بعد میں امام محمد نے مزید منقح کیا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک کے حوالے سے ہم یہ بیان کر آئے ہیں کہ امام زفر سے کتب ابی حنیفہ کے جدید ایڈیشن حاصل کر کے ان کی نقل تیار کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہ کی وفات کے بعد حضرت عبداللہ بن مبارک، امام صاحب کی مجلس کے ایک اہم رکن امام زفر سے عاریۃً ان کی کتابیں لے کر نقل کرتے تھے۔

امام ابو حنیفہ کی زندگی میں ہی ان کے مدرسۂ قانون کے تیار کردہ مجموعے کو وہ حسن قبول حاصل ہوا کہ وہ لوگ حضرت امام سے معاصرانہ چشمک رکھتے تھے یا آپ سے ہمسری کے مدعی تھے، وہ بھی اس کوشش میں رہتے کہ کسی طرح اس مجموعۂ قوانین تک رسائی ہو سکے۔ علامہ شبلی عقود الجمان کے حوالے سے لکھتے ہیں:

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

زائدہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن سفیان ثوری کے سرہانے ایک کتاب دیکھی جس کا وہ مطالعہ کررہے تھے، ان سے اجازت لے کر میں اس کو دیکھنے لگا تو ابوحنیفہ کی کتاب الرہن نکلی۔ میں نے تعجب سے پوچھا: آپ ابوحنیفہ کی کتابیں دیکھتے ہیں؟ بولے: کاش ان کی سب کتابیں میرے پاس ہوتیں۳۶۔

بقائے اصلح کی جہد

امام ابوحنیفہ نے صرف یہی نہیں کیا کہ مجلس تدوین فقہ کی تشکیل سے ایک مجموعۂ قوانین مدون کردیا ہو، بلکہ آپ نے ایک طرف خلفاء کو احساس دلایا کہ تم عدالتی فیصلوں پر اثر انداز ہوتے ہو، تمہارے درباری عدالتوں سے ناجائز توقعات وابستہ رکھتے ہیں، تم مسلمانوں کے بیت المال میں ناجائز تصرفات کرتے ہو اور اسے غلط بخشیوں کی بھینٹ چڑھاتے ہو، جبکہ تمہارے اختیارات اللہ کی امانت ہیں۔

دوسری طرف امام ابوحنیفہ قضاۃ کے غلط فیصلوں پر کھلم کھلا تنقید کرتے تھے۔ موفق لکھتے ہیں:

''امام ابوحنیفہ ابن ابی لیلیٰ کے مسائل اور فیصلوں میں ہمیشہ غلطیاں نکالتے رہتے تھے اور لوگوں پر ان کی غلطیاں واضح کرتے تھے''۳۷۔

امام ابوحنیفہ کے تذکرہ نگاروں نے امام صاحب کے عدالتی فیصلوں پر تنقید کے متعدد واقعات تفصیل سے قلم بند کیے ہیں۔ ان واقعات سے جہاں توہین عدالت کے بارے میں امام ابوحنیفہ کا نقطۂ نظر واضح ہوتا ہے، وہاں یہ بھی انداز ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ قاضیوں کی کارکردگی، عدالتوں کے طریق کار اور مقدمات کے فیصلوں پر بھرپور تنقید کرکے درحقیقت ایک ایسی فضا تیار کررہے تھے جہاں ہر کہ و مہ کو احساس ہو کہ موجودہ نظام عدالت اسلامی معاشرے کی ضرورتیں پوری کرسکتا ہے، نہ اسلام کے تصور عدل و امانت سے مطابقت رکھتا ہے، اس لیے اسے تبدیل کرنا ضروری ہے۔

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابو عبید) ☆☆☆

فقہ حنفی کی مقبولیت

اوپر ہم بتا چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے علم وتفقہ، اثر ورسوخ اور تدوین فقہ کی وجہ سے عباسی خلیفہ ابوجعفر المنصور نے آپ کو آخری حد تک مجبور کیا کہ آپ قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول کرلیں۔ اس پیش کش سے امام صاحب ایسے زیرک ودانا آدمی کے لیے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ جس کام کا آپ نے آغاز کیا تھا اور جس مقصد کے حصول کے لیے آپ نے ہر طرح کی سختیاں برداشت کی تھیں، اس کی تکمیل کا وقت آگیا ہے اور حکومت کو بھی احساس ہوگیا ہے کہ اب ایک ایسے منظم عدالتی نظام کی ضرورت ہے جو مسلمانوں کو جان و مال کے تحفظ کی ضمانت فراہم کرے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کی طرف صرف امام ابوحنیفہ نے توجہ کی تھی کہ آپ نے ایک طرف مجموعہ قوانین مدون کردیا اور دوسری طرف افراد کی تربیت کر کے انہیں عدالتی نظام چلانے کے لیے تیار کردیا تھا۔

امام ابوحنیفہ نے انتہائی اصرار کے باوجود سختیاں برداشت کرلیں، لیکن خود کوئی منصب قبول نہیں کیا، مبادا کوئی یہ نہ کہے کہ یہ ساری جدوجہد اسلامی نظام عدل کی بالاتری کے بجائے ذاتی اقتدار کے حصول کی خاطر تھی۔ خدانخواستہ امام اگر مصائب سے گھبرا کر یا کسی سبب سے عہدہ قضا قبول کرلیتے تو حنفی فقہ کو جو اعتماد واعتبار بعد کے دور میں حاصل ہوا، وہ نہ ہو پاتا۔

امام ابوحنیفہ نے حالات کا نہ صرف گہری نظر سے مطالعہ کر کے، بلکہ خود بیچ منجدھار حالات کے تھپیڑے کھا کر ثابت قدم رہتے ہوئے یہ بھانپ لیا تھا کہ وقت آگیا ہے کہ حکومت نظام عدل و قضا ان کی فقہ اور ان کے تلامذہ کے سپرد کردے۔

امام نے فیصلہ کیا کہ مستقبل کی عدلیہ کو اکٹھا کر کے انہیں رہنما اصول دے دیے جائیں۔ چنانچہ آپ نے اطراف واکناف سے اپنے شاگردوں کو کوفہ آنے کی دعوت دی۔ صاحب **معجم المصنفین** کے الفاظ میں:

☆ قال الامام الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ : امن الناس علیّ فی الفقہ محمد بن حسن ☆

امام ابو حنیفہ کوفہ کی جامع مسجد کی ایک مجلس میں بیٹھے، آپ کے ارد گرد ایک ہزار شاگردوں کا اجتماع تھا، جن میں سے چالیس آدمی ایسے تھے جو اجتہاد کے مرتبے تک پہنچ چکے تھے، پس امام نے ان کو اپنے قریب ہونے کا حکم دیا اور بلند آواز سے ان سے خطاب کیا۔

امام صاحب نے فرمایا:

تم لوگ میرے دل کی مسرتوں کا سرمایہ ہو اور میرے غم و اندوہ کے ازالے کی ضمانت۔ میں تم لوگوں کے لیے فقہ کی زین کس کر تیار کر چکا ہوں، تمہارے لیے اس کے منہ پر لگام بھی چڑھا چکا ہوں۔ اب تم جس وقت چاہو، اس پر سواری ہو سکتے ہو۔ میں نے ایسے حالات پیدا کر دیے ہیں کہ لوگ تمہارے ایک ایک لفظ کی تلاش کریں گے۔ میں نے تمہارے لیے گردنوں کو جھکا دیا ہے۔

پھر ان خاص چالیس حضرات کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

اب وقت آ گیا ہے کہ آپ لوگ میری مدد کریں، آپ میں سے ہر فرد عہدہ قضا کی ذمہ داریاں سنبھالنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور دس حضرات تو ایسے ہیں کہ صرف قاضی ہی نہیں، بلکہ قضاۃ کی تربیت اور ٹریننگ کا کام کر سکتے ہیں۔

میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر اور جس علم کے آپ حاملین ہیں، اس کی عظمت و جلالت کا احساس دلاتے ہوئے یہ کہتا ہوں کہ اس علم کو محکومی کی ذلت سے بچائے رکھنا، تم میں سے اگر کوئی قضا کا عہدہ قبول کرنے پر مجبور ہوا تو یاد رکھیں کہ اپنے فیصلوں میں اگر کسی کمزور کا ارتکاب کریں گے، خواہ وہ خلق خدا کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو، ایسے قاضی کا فیصلہ جائز نہیں ہوگا، نہ اس کی ملازمت حلال ہوگی اور نہ اس کی تنخواہ پاک قرار پائے گی۔

قضا کا عہدہ اسی وقت صحیح اور درست رہتا ہے جب تک قاضی کا ظاہر و باطن ایک ہو۔

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں : فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے

اسی قضا کی تنخواہ حلال ہے۔

اگر تم میں سے کسی کو قضا کی ذمہ داری قبول کرنا پڑی تو میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ مخلوق خدا کے اور اپنے درمیان کوئی رکاوٹ، چوکیدار، حاجب، دربان حائل نہ ہونے دے۔ پانچوں وقت کی نماز شہر کی جامع مسجد میں ادا کرے۔ ہر نماز کے وقت اعلان کرائے کہ کسی شخص نے کوئی ضرورت پیش کرنی ہو تو پیش کرنا۔ عشاء کی نماز کے بعد خصوصیت سے تین بار بلند آواز سے اس اعلان کا اعادہ کرائے اور اس کے بعد گھر جائے۔

اگر بیماری وغیرہ کے باعث قضا کا کام نہ کر سکا ہو تو اتنے دن کا حساب کر کے تنخواہ کٹوا دے۔

اگر مسلمانوں کا امیر مخلوق خدا میں سے کسی کے ساتھ زیادتی کرے تو امیر سے قریب ترین قاضی کا فرض ہوگا کہ اس سے باز پرس کرے[۳۸]۔

امام ابوحنیفہ کے اس خطاب کے ایک ایک لفظ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ آپ کا اس دور کا خطاب ہے جب آپ تدوین فقہ اور تربیت تلامذہ کا کام مکمل کر چکے تھے اور آپ دیکھ رہے تھے کہ حکومت وقت کے پاس اب کوئی چارہ کار نہیں کہ اس مجموعہ قوانین کو اس جماعت کے ذریعے نافذ کرنے کا اہتمام کرے جو آپ نے تیار کر دی ہے۔

البتہ اس ساری صورت حال سے یہ سمجھنا درست نہیں کہ فقہ حنفی کی ترویج کی راہ کی ساری رکاوٹیں دور ہو گئی تھیں اور یکا یک آپ کی فقہ کو سرکاری سرپرستی حاصل ہو گئی۔ فقہ حنفی کا نفاذ مستبد حکمرانوں کے لیے پیام اجل تھا۔ وہ کیسے گوارا کر سکتے تھے کہ آیت حرابہ سے صرف ڈاکو مراد لیے جائیں اور حکومتوں کے سیاسی مخالفین کو تہ تیغ کرنے کی سندان کے ہاتھ سے نکل جائے[۳۹]۔

اوپر ہم نے ذکر کیا تھا کہ ابوجعفر المنصور اور ہارون الرشید نے مقدور بھر کوشش کی کہ فقہ حنفی کے مقابلے میں فقہ مالکی، فقہ ثوری یا فقہ ابن عیینہ کو مملکت کا دستور بنائیں اور ایک دو نہیں

پورے بیس سال اس کوشش میں صرف ہوئے، لیکن آخر کار ہارون الرشید کو ہر طرف سے مایوس ہو کر یہ تاریخی فیصلہ کرنا پڑا کہ قضا کا صیغہ امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کے سپرد کر دیا جائے۔

امام ابوحنیفہ کی ان کاوشوں کے نتائج تھے کہ وہ خلفاء جن کی زبان کے سب سے پسندیدہ الفاظ السیف و النطع (تلوار اور چمڑے کا وہ فرش جس پر کسی شخص کو بٹھا کر قتل کیا جاتا تھا کہ خون پھیلنے سے آلودگی نہ ہو) تھے وہ رعیت کے معمولی افراد کے ساتھ عدالت کے کٹہرے میں کھڑے نظر آتے ہیں، اور قاضی ابویوسف کی عدالت میں ہارون الرشید ایک بوڑھے کسان کے دعوے کے جواب میں قسم کھا کر اپنی صداقت پیش کرنے پر مجبور ہے۔[۴۰]

ہماری اس گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ وہ تمام افراد، ادارے، جماعتیں اور گروہ جو اسلامی قانون سازی کے خواہاں اور اسلامی نظامِ عدل و قضا کے لیے مخلص ہیں، وہ حکومتوں سے اسلامی قانون سازی کے مطالبے کرنے کے بجائے اپنے حصے کا کام کرنے کے لیے کمربستہ ہو جائیں۔ وہ مجالس قانون جن کے ارکان کی اکثریت ناظرہ قرآن حکیم نہیں پڑھ سکتی، ان سے اسلامی قانون سازی کی توقع عبث ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ ان اداروں نے بالعموم اپنے مفادات کے لیے قانون سازی کی اور جب اسلامی قانون سازی میں ہاتھ ڈالا تو قرآن حکیم کی صریح نصوص کے خلاف قوانین بنا دیے۔ اس کا حل یہ نہیں کہ ان لوگوں سے اسلامی قوانین سازی کا مطالبہ کیا جائے جو خود اسلام کی اساسیات سے نابلد ہیں یا ان اداروں سے جن میں الا ماشاءاللہ بیشتر تقرریاں سیاسی وجوہ کی بنا پر ہوتی ہیں اور پھر اگر وہ کوئی کام کرتے بھی ہیں تو وہ قانون ساز مجالس میں بار نہیں پاتا۔

اسلامی قانون سازی کا کام اسی طریقے سے ہوگا جو امام ابوحنیفہ نے اختیار کیا۔ اور اس کی تدوین جدید اور قضاۃ کی تربیت کے لیے تاریخ پھر کسی ابوحنیفہ کو پکار رہی ہے۔

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

حواشی

۱- ابن سعد، طبقات، لائیڈن، ۲:۱۳۴

۲- محمد کرد علی، رسائل البلغاء (ابن المقفع، رسالۃ فی الصحابہ) القاہرہ ۱۹۴۶، ۱۲۶۔

۳- الشعرانی، عبدالوہاب، المیزان الکبریٰ (اردو ترجمہ، مولانا محمد حیات سنبھلی) کراچی، ۱۴۱۰، ۱:۱۳۱

۴- طاش کبری زادہ، مفتاح السعادہ، حیدر آباد دکن ۱۳۲۹، ۲:۸۸

۵- فتاوی عالمگیری۔ یہ چھ جلدوں میں طبع ہوا ہے اور عام دستیاب ہے

۶- مجلہ کی بہت سی شرحیں لکھی گئیں، تفصیلات کے لیے دیکھیے: صبحی محمصانی، فلسفہ شریعت اسلام (اردو ترجمہ) لاہور ۱۹۷۵ء، ۹۱-۱۰۱

۷- القرآن، النساء ۴:۸۳

۸- ایضاً، آل عمران ۳:۱۵۹

۹- ایضاً، الشوریٰ ۴۲:۳۸

۱۰- ابو یوسف، القاضی، کتاب الخراج، بولاق ۱۳۰۲، ۱۴-۱۵

۱۱- محمد حمید اللہ، امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، کراچی ۱۹۶۵ء، ۲۵-۲۶

۱۲- تفصیلات کے لیے دیکھیے: کردری، ابن البزاز، محمد بن احمد، مناقب الامام الاعظم، کوئٹہ ۱۴۰۷، ۱:۱۵۸

۱۳- محمود حسن ٹونکی، معجم المصنفین، بیروت ۱۳۴۴، ۲:۱۷۷

۱۴- موفق مکی، مناقب الامام الاعظم، کوئٹہ ۱۴۰۷، ۲:۲۴

۱۵- ایضاً، ۲:۲۲

۱۶- ایضاً، ۱:۲۱۵-۶

۱۷- ایضاً، ۲:۱۳۲

۱۸- محمد حمید اللہ، پیش لفظ، امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی، کراچی، ۱۹۸۳ء

۱۹- موفق، ۲:۱۳۳

۲۰- معجم المصنفین، ۲:۱۷۴

فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد ☆ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے

۲۱- خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، بیروت ترجمہ وکیع بن الجراح

۲۲- خوارزمی، ابوالمؤید محمد بن محمود، جامع المسانید، حیدرآباد دکن ۱۳۳۲، ۱: ۳۳-۳۴

۲۳- موفق، ۲: ۱۵۰

۲۴- ایضاً، ۱: ۹۰

۲۵- ایضاً، ۱: ۵۴

۲۶- کردری، ۲: ۳

۲۷- ایضاً، ۲: ۲۱۸

۲۸- موفق، ۲: ۱۵۲

۲۹- ایضاً، ۱: ۶۷-۶۸

۳۰- کردری، ۱: ۴۵۲

۳۱- ملا علی قاری، مناقب الامام الاعظم، حیدرآباد دکن ۱۳۳۲، ۳: ۴۷۳

۳۲- موفق، ۲: ۶۸

۳۳- ایضاً، ۲: ۱۲۷

۳۴- گیلانی، مولانا مناظر احسن، امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی، ۲۳۳

۳۵- موفق، ۲: ۱۳۷

۳۶- شبلی نعمانی، سیرۃ النعمان، لاہور، ۲۵۷

۳۷- موفق، ۱: ۱۲۲

۳۸- معجم المصنفین ۲: ۵۵

۳۹- القرآن، المائدہ ۵: ۳۴۔ بالعموم مستبد حکمران اس آیت کا سہارا لے کر اپنے مخالفین کو سزائے موت دیتے تھے جب کہ احناف نے اس آیت کی تفسیر کو صرف ڈاکوؤں کے ساتھ مختص کر کے حکومت کی مخالفت اور ریاست کی مخالفت میں واضح خط امتیاز کھینچ دیا۔

۴۰- تفصیلات کے لیے دیکھیے: ہاشمی۔ محمد طفیل، امام ابوحنیفہ کی مجلس تدوین فقہ، اسلام آباد ۱۹۹۸ء عنوان: عدلیہ اور حکومت پر امام ابوحنیفہ کے انقلاب کا اثر

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆